49

نماز باجماعت کی تاکید

(فرمودہ ۱۱ جولائی ۱۹۱۹ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں:

الٓمٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

(سورۃ البقرۃ : ۲ تا ۴)

اور فرمایا:-

"ایک زمانہ دُنیا کے اُوپر ایسا تاریکی اور ظلمت کا آیا کہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم : ۴۲) کہ خشکی اور سمندر میں فساد پھیل گیا تھا۔ ایک خدا کی پرستش کرنے والا کوئی انسان نہیں مل سکتا تھا، شرک۔ بُت پرستی اور قسم قسم کے توہمات پھیلے ہوتے تھے۔ جب تاریکی اس قدر حد سے بڑھ گئی۔ اور جب دین بالکل ذلیل اور بے قدر ہو گیا، اور خدا کی کوئی عظمت لوگوں کے دلوں میں باقی نہ رہی۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے مکہ میں ایک دیا روشن کیا، جس کی شعاعیں بڑھتے بڑھتے اتنی بلند اور بالا ہوگئیں کہ آخر ان کے ذریعہ تمام دُنیا روشن ہوگئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل اور ایسا احسان تھا کہ اگر دُنیا اس کی قدر کرتی، تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد شاید کفر کا نشان تک باقی نہ رہ جاتا۔ اور اگر اس سے فائدہ اُٹھاتی۔ تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اَور مامور اور نبی کی ضرورت نہ رہتی، کیونکہ نبی اور مامور کے آنے کی دو ہی وجہیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اہلِ دُنیا کو شریعت پہنچانا۔ اور دوسری یہ کہ شریعت پر عمل کرانا۔ اب جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کامل شریعت مل چکی تھی۔ اگر دُنیا اس کی قدر کرتی تو قیامت تک کوئی تفرقہ نہ ہوتا، لیکن افسوس لوگوں نے خدا تعالیٰ کی اس رحمت اور فضل کی قدر نہ کی۔ اور مختلف فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ اور وہ اسلام جو رحمت کے طور پر آیا تھا۔ اس کو انہوں نے بُھلا دیا۔ اور نہ صرف بُھلا ہی دیا۔ بلکہ اس سے نفرت

کرنے لگ گئے۔ ایسے وقت میں جبکہ دُنیا پر وہی تاریکی کا زمانہ آگیا۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت تھا اور جس کے متعلق پہلے انبیاء۔ خاص طور پر خبر دیتے رہے تھے۔ تو خدا تعالیٰ نے حقیقی اسلام کو قائم کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بروز بھیجا۔ دُنیا نے اس کی قدر کی یا نہ کی۔ اس کا حال اسی پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام اس طرح کھولا کہ :-

"دُنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا، لیکن خُدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔" [1]

اس الہام کے ماتحت کس کس طرح دُنیا نے اس فرستادہ خدا کو رد کیا۔ اس کی تفصیل کی اس وقت ضرورت نہیں، کیونکہ میں اس مضمون کو بیان کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوا۔ پھر اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے کیسے کیسے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ثابت کیا۔ اور کس کس طرح اس کے دشمنوں کو ہلاک اور تباہ کیا۔ اس کے بیان کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس کے لیے بھی میں کھڑا نہیں ہوا، لیکن شاید ہی کوئی ناواقف سے ناواقف اور مرکز سلسلہ سے تعلق نہ رکھنے والا احمدی ایسا ہوگا جسے اس انکار اور مقابلہ کی خبر نہ ہو۔ جو دُنیا نے حضرت مسیح موعودؑ کا کیا۔ اور پھر کوئی ناواقف سے ناواقف ہی ہوگا جس کو ان حملوں کی خبر نہ ہو۔ جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت ظاہر کر رہا ہے مگر سب سے پہلا سوال جو ان حالات اور واقعات کو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جنھوں نے حضرت مرزا صاحب کو قبول نہیں کیا۔ اور مُنہ سے رد کر دیا۔ انہوں نے جو کیا کیا۔ مگر ان کا کیا حال ہے جنھوں نے مُنہ سے قبول کیا۔ مگر عملی طور پر رد کر دیا۔ دیکھو ایک تو وہ لوگ ہیں۔ جنھوں نے کہا کہ ہم مرزا صاحب کو اس لیے قبول نہیں کرتے، کہ ہم سیدھے راستہ پر ہیں۔ اور وہ گمراہ ہیں۔ یہ لوگ زیر مواخذہ ہیں۔ کیونکہ انہوں نے خدا کے فرستادہ کو رد کیا۔ مگر ان کے رد کرنے میں خدا تعالیٰ کی کچھ نہ کچھ عظمت پائی جاتی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس لیے رد کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں، لیکن وہ شخص جو حضرت مرزا صاحب کو قبول کر لیتا ہے۔ وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ پہلے سب ادیان باطل ہیں یا جو ان کے معنے کئے جاتے اور جس رنگ میں ان کو پیش کیا جاتا ہے۔ وہ خدا کی منشاء کے مطابق نہیں ہے۔ جیسا کہ اسلام ہے۔ ایک احمدی اسلام کو رد نہیں کرتا، لیکن اس کے جو معنے مسلمان کرتے ہیں۔ اور جس رنگ میں اُسے پیش کرتے ہیں۔ اس کو قابلِ قبول نہیں سمجھتا، کیونکہ وہ ایسا اسلام نہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لائے

---

[1] تذکرہ صفحہ ۱۰۴

تو وہ لوگ جو اس بات کو سمجھ لیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ وہ گویا اقرار کرتے ہیں کہ جو پہلے مذاہب تھے۔ وہ بگڑ چکے ہیں۔ یا ان کا مطلب اور مفہوم بگاڑ کر پیش کیا جاتا ہے اور اب ضرورت تھی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی انسان کھڑا ہوتا کہ حقیقی دین پر لوگوں کو چلاتے۔ یہ اقرار کر کے اگر کوئی شخص عملی طور پر حضرت مسیح موعود کو رد کرتا ہے۔ تو سوچ لو کہ خدا کے حضور اس کا کیا حال ہوگا۔ پہلا شخص اگر رد کرتا ہے تو وہ خدا کا بہانہ اور آڑ لے کر رد کرتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میں مرزا صاحب کو اس لیے نہیں مانتا کہ قرآن ان کی تردید کرتا ہے۔ اس لیے نہیں قبول کرتا کہ رسول کریمؐ رد فرماتے ہیں۔ ایسا شخص خطاوار ہے۔ کیونکہ وہ دراصل خدا اور رسول کی بات کو رد کرتا ہے مگر بظاہر خدا اور رسول کی آڑ لے کر ایسا کرتا ہے۔ مگر دوسرا شخص جو تسلیم کرتا ہے کہ خدا اور رسول کی منشاء کے مطابق حضرت مرزا صاحب آتے ہیں۔ وہ اگر رد کرتا ہے تو زیادہ قصور وار ہے۔ کیونکہ اس نے باوجود ماننے اور تسلیم کرنے کے رد کیا۔ اسی طرح اگر پہلا شخص عملاً کوئی اس قسم کی کوشش کرتا ہے جس سے سلسلہ احمدیہ کو نقصان پہنچے تو وہ بھی مواخذہ کے قابل ہے۔ کیونکہ جس طرح زہر کو خواہ کوئی جان کر کھائے یا بے جانے کھائے۔ ہلاک ہوتا ہے اسی طرح صداقت اور حق کا مقابلہ خواہ جان کر کرے یا انجان ہو کر کرے۔ زیر مواخذہ ہوتا ہے لیکن جس طرح جو جان بوجھ کر زہر کھائے۔ وہ مرنے کے علاوہ خودکشی کے جرم کا بھی مجرم ہوتا ہے۔ اور اُسے دوہری سزا ملتی ہے۔ ایک قانونِ قدرت کے ذریعہ اور دوسری قانون شریعت کے ماتحت۔ اور جو بے جانے بوجھے کھائے۔ مرتا تو وہ بھی ہے، لیکن اس سے خودکشی کے جرم کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح جو شخص صداقت کا انکار بے جانے کرتا ہے۔ سزا کا مستوجب تو وہ بھی ہے لیکن جو جان بوجھ کر کرتا ہے۔ وہ دوہری سزا کا مستحق ہے۔ اس لیے احمدی جماعت کے لیے دوسروں کی نسبت زیادہ احتیاط اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ وہ لوگ بھی سزا پائیں گے جنھوں نے اس صداقت کو قبول نہ کیا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے اور اس کا مقابلہ کیا، لیکن احمدی کہلا کر اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ دوہری سزا کا مستوجب ہوگا۔

میرے پاس مختلف جگہوں سے اس قسم کے خطوط آتے ہیں جن میں لکھا ہے کہ چونکہ ہمارا فلاں سے جھگڑا ہے اس لیے ہم فلاں جگہ نماز پڑھنے کے لیے نہیں جائیں گے اور بعض کے متعلق دوسروں نے لکھا ہے کہ وہ باجماعت نماز پڑھنے کے لیے اس لیے نہیں آتے کہ فلاں سے ان کا جھگڑا ہے وہ لوگ قادیان میں موجود نہیں ہیں، لیکن نصیحت کسی خاص کے لیے نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ ہر ایک کے لیے ہوتی ہے۔ کیونکہ کون جانتا ہے کہ کس کے دل میں وہی بات پیدا نہ ہو جائیگی جس کے لیے

نصیحت کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں کوئی حکم ایسا نہیں ہے۔ جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور واحد شخص کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہو۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کرنا سارے جہان کو مخاطب کرنا ہے۔ تو قرآن کریم میں تمام احکام عام رنگ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس لیے میں بھی یہ نصیحت خُطبہ میں بیان کرتا ہوں۔ پھر اس لیے بھی کہ یہاں کے بعض لوگ بھی باجماعت نماز پڑھنے میں کمزور ہیں۔ اور وہ جمعہ اور عیدوں کے سوا کبھی مسجد میں نہیں آتے۔ یا کبھی کبھی آ شکل دکھاتے ہیں پھر چونکہ خطبہ جمعہ لکھا جاتا ہے۔ اور اخبار میں چھپ کر باہر کے لوگوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔ اس لیے اسی موقع پر بیان کرتا ہوں:۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں قرآن کریم میں نماز کے لیے حکم بیان فرمایا ہے۔ وہاں کثرت کیساتھ قیام صلوٰۃ اور حفاظت صلوٰۃ فرمایا ہے۔ صرف نماز پڑھنے کا لفظ بہت کم جگہ آیا ہے۔ اور وہ بھی حکم کے طور پر نہیں۔ جہاں احکام کا ذکر ہے۔ وہاں اقامت کا لفظ ساتھ رکھا گیا ہے اور اقامت صلوٰۃ کے معنے یہ ہیں کہ نماز کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ پڑھا جائے۔ اقامت کا لفظ عام ہے اور جب کسی امر کی تکمیل ہو جائے، تو اس کے متعلق اقامت کا لفظ بولتے ہیں۔ مثلاً تجارت ہے۔ جب کسی ملک کی تجارت پورے زور پر نہ ہو۔ تو اس کی نسبت کہتے ہیں کہ فلاں ملک کی تجارت بیٹھ گئی اور اگر پورے زور پر ہو تو کہتے ہیں کہ فلاں ملک کی تجارت کھڑی ہے۔ اس طرح دوسرے سب اُمور جب تکمیل کو پہنچ جائیں، تو انکے متعلق اقامت کا لفظ بولتے ہیں اور جب ان میں کمزوری پیدا ہو تو بیٹھ گئے کہتے ہیں اس لیے نماز کی اقامت کے یہ معنے ہوئے کہ اس کو تمام شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے اور یہی وہ بات ہے۔ جس کا قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے انسان مومن بنتا ہے۔ اور یہی وہ ذریعہ ہے جس سے اللہ کا فضل نازل ہوتا ہے۔ دیکھو یہی آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یعنی اس میں ایسی تعلیم ہے۔ جو ہر ایک شک اور شُبہ کو مٹانے والی ہے۔ اس کے اختیار کرنے سے کسی قسم کا شک و شُبہ نہیں رہتا۔ یہ متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔ انہیں ایک سیدھا رستہ دکھاتی۔ ایک نئے جہان میں لے جاتی۔ اور اُن پر رُوحانیت کا دروازہ کھول دیتی ہے اس سے آگے بتایا کہ متقی کون ہوتا ہے؟

فرمایا:۔

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ۔ یہ شرطیں جب کسی میں پائی جائیں۔ تو وہ متقی ہوتا ہے۔ اور جب یہ شرطیں پائی جاتی ہیں۔ تب قرآن رُوحانیت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ وہ شرطیں یہ ہیں :- (۱) ایمان بالغیب (۲) اقامتِ نماز (۳) جو کچھ خدا نے دیا ہو۔ اسمیں سے خرچ کرنا (۴) رسول کریمؐ پر اور آپ سے پہلے نبیوں پر جو کچھ اُترا۔ اور جو آیندہ نازل ہوگا۔ اس پر ایمان لانا۔ ان شرطوں کو جو انسان پورا کرلیتا ہے اس پر رُوحانیت کا دروازہ کُھل جاتا ہے، لیکن جو ان کو اس طرح پورا نہیں کرتے ہیں جس طرح ان کے پورا کرنے کا حق ہے انہیں قرآن ہدایت نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت لوگ قرآن پڑھتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں۔ ہمیں کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بات دراصل یہی ہے کہ قرآن اسی وقت ہدایت کرتا ہے۔ جبکہ یہ شرائط پوری ہوں۔

ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ نماز کو قائم کرنا اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا بعض لوگ بے علمی اور ناواقفیت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز باجماعت پڑھنا فرض ہے۔ حالانکہ بات یہ ہے کہ جمعہ کی نماز ایسی ہی فرض ہے۔ جیساکہ ساری نمازیں۔ قرآن کریم میں جمعہ کی نماز کا اگر ایک جگہ ذکر آیا ہے تو روزانہ نمازوں کا ذکر متعدد جگہ آیا ہے۔ پس جمعہ کی نماز دوسری نمازوں سے زیادہ فرض نہیں ہے، لیکن لوگ لاعلمی کی وجہ سے سمجھتے نہیں۔ اور صرف جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنا فرض جانتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم میں جہاں جہاں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کا ذکر آیا ہے۔ وہاں نماز باجماعت کا ہی حکم ہے۔ حتیٰ کہ ایک صحابی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ کہتے نماز ہوتی ہی نہیں۔ جب تک کہ باجماعت نہ ہو۔ مگر ہمیں صحابہ کے قول پر ہی اکتفاء کرنے کی ضرورت نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال بھی ایسے ہی ملتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ جو لوگ عشاء۔ اور صبح کی نماز باجماعت پڑھنے کے لیے مسجد میں نہیں آتے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں اپنی جگہ کسی اَور کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دوں۔ اور اپنے ساتھ اور آدمیوں کو لیکر ان کے سر پر ایندھن رکھ کر اُن لوگوں کے گھروں میں جاؤں۔ اور آدمیوں سمیت ان کے گھروں کو جلا کر راکھ کر دوں[۱]۔ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا رحیم انسان جو کسی کی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا اور جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ[۲]۔ وہ جب یہ کہتا ہے کہ جو لوگ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے ان کو مع اُن کے گھروں کے جلا دُوں۔ تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ

---

[۱] بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ فی الجماعۃ وفضلہا : [۲] الانبیاء : ۱۰۸

باجماعت نماز پڑھنا کوئی معمولی بات ہے بلکہ فرضوں میں سے بہت بڑا فرض ہے جس کے ادا نہ کرنے کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسقدر شدت سے نفرت کا اظہار کیا ہے۔ پس جو لوگ اس کو پورا نہیں کرتے۔ انہیں سوچنا چاہیئے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسقدر ناراضگی کا بار اپنے اوپر اُٹھاتے ہیں۔ انہیں خوب اچھی طرح سُن لینا چاہیئے کہ کسی کی لڑائی اور کسی سے جھگڑا اس فرض کی ادائیگی میں ہرگز روک نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ زید و بکر کے لیے نماز پڑھتے ہیں تو ان سے لڑائی ہونے کی وجہ سے چھوڑ سکتے ہیں، لیکن اگر خُدا کے لیے پڑھتے ہیں۔ تو پھر کون ہے جو کہہ سکتا ہے کہ چونکہ خُدا سے میری لڑائی ہے۔ اس لیے مَیں نماز نہیں پڑھتا۔ اگر اس سے کسی کی لڑائی ہے تو وہ نہ پڑھے۔ اور اگر نہیں تو زید و بکر کی لڑائی کی وجہ سے خدا کی نماز کو کیوں ترک کرتا ہے۔ میرے نزدیک وہ شخص جو نماز باجماعت پڑھنے میں سُستی کرتا ہے۔ کسی قسم کی رُوحانی ترقی حاصل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ نہایت ضروری رُکنِ اسلام ہے۔ اور ایسا ضروری ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو اس کو ادا نہیں کرتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ مَیں اس کو مع اس کے گھر کے جلا دُوں۔ بعض لوگوں نے صرف عشاء اور صبح کی نماز باجماعت نہ ادا کرنے والوں کے متعلق اسے سمجھا ہے۔ لیکن اصل میں اس میں ساری نمازیں آ جاتی ہیں۔ کیونکہ یہی دونوں نمازیں پڑھنا مشکل ہوتی ہیں۔ جب ان کے متعلق فرمادیا۔ تو باقی نمازیں خود بخود اس کے نیچے آگئیں۔ تو نماز باجماعت پڑھنا ہر ایک مسلمان پر بہت بڑا فرض اور ایک اہم ذمہ داری ہے۔ جو اس سے جی چُراتا ہے خواہ زید و بکر کی لڑائی سے یا کسی اور وجہ سے۔ وہ قطعاً اس قابل نہیں ہے کہ مومن احمدی کہلا سکے۔ کیونکہ وہ خدا کا مجرم ہے۔ اور میرے نزدیک اس سے بڑھکر دُنیا میں کوئی بیوقوف اور کم عقل نہیں ہوسکتا۔ جو انسان سے لڑکر خدا سے لڑائی شروع کردے۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ جب کسی سے لڑائی ہو۔ تو دوسروں کی ہمدردی حاصل کی جاتی ہے۔ دیکھو گورنمنٹ برطانیہ کی جب جرمنی سے لڑائی شروع ہوئی تو باوجود اس کے کہ بہت بڑی حکومت ہے۔ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتی رہی ہے۔ تو چونکہ لڑائی کے وقت انسان زیادہ دوستوں اور مددگاروں کا حاجتمند ہوتا ہے اس لیے اگر کسی کی کسی سے لڑائی ہو تو اس کو ضرورت ہے۔ کہ اپنے زیادہ دوست بنائے۔ اور خُدا سے بڑھکر اور کون دوست ہوسکتا ہے۔ پس اس وقت جبکہ لڑائی نہ تھی۔ امن تھا۔ اگر خدا کو دوست بنانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ تو اب جبکہ ڈر ہے کہ دوسرے سے نقصان اُٹھائے۔ بہت زیادہ ضرورت ہے کہ خدا کو اپنا دوست اور مددگار بنائے۔ اور یہ وقت ہے کہ وہ اس سے صلح کرے۔ نہ کہ لڑائی، لیکن جو کسی سے لڑائی ہونے کی وجہ سے نماز کو ترک کردیتا ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ کسی کے گھر جب ڈاکہ پڑے۔ تو وہ لوگوں کو

مدد کے لیے بُلانے کی بجائے انہیں پتھر مارنا شروع کر دے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا، یہی کہ ڈاکو باہر سے اس پر حملہ آور ہوں گے اور ہمسائے اندر سے اس کو نقصان پہنچائیں گے۔ پس جو شخص کسی سے لڑائی کی وجہ سے نماز باجماعت پڑھنا چھوڑتا ہے۔ وہ یقینی طور پر اپنی تباہی کا موجب بنتا ہے۔

ایک نادان کا لطیفہ مشہور ہے۔ مگر میرے نزدیک نماز چھوڑنے والا اس سے بھی زیادہ نادان اور بیوقوف ہے۔ کہتے ہیں کسی سے کوئی شخص برتن مانگ کر لے گیا تھا کچھ دن تک جو اس نے واپس نہ دیا تو ایک دن وہ خود لینے گیا۔ اور جا کر دیکھا کہ وہ اس کے برتن میں سالن ڈال کر کھا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر کہنے لگا کہ تُو نے میرے برتن میں سالن ڈال کر کھایا ہے۔ مَیں تیرے برتن میں پاخانہ ڈال کر کھاؤنگا۔

تو یہ سزا دینے کا عجیب طریق ہے کہ چونکہ فلاں سے میری لڑائی ہے۔ اس لیے مَیں نے نماز باجماعت پڑھنا چھوڑ دی ہے۔ جو شخص اس طرح کرتا ہے۔ اس نے اپنے دشمن کو اپنے اوپر خود غالب کر لیا کیونکہ اس کے دشمن نے ایک تو اسے اپنے پاس سے دُور کر دیا اور دوسرے خدا سے بھی دُور کر دیا پس اِس طرح اُس نے اپنے دشمن کو نیچا نہیں دکھایا بلکہ اس کا درجہ اونچا کر دیا ہے۔ اس کو نقصان نہیں پہنچایا، بلکہ خود نقصان اُٹھایا ہے۔ یہ سخت جہالت اور نادانی ہے۔ اس طرح اُس نے اپنے دشمن کو نیچا نہیں دکھایا بلکہ خود نقصان اُٹھایا ہے۔ یہ سخت جہالت اور نادانی ہے۔ کیونکہ کسی سے دشمنی کی وجہ سے نماز چھوڑنے کا ہرگز حکم نہیں۔ نماز باجماعت ادا کرنے کا خدا کا حکم ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم ہے۔ اور اس شریعت کا حکم ہے۔ جس کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی۔ اور اس شریعت کا حکم ہے جس کا ایک شعشہ بھی بدل نہیں سکتا۔ پس یہ مت سمجھو کہ احمدی کہلانے سے خدا کے حکموں کو توڑنے کی اجازت ہوگئی ہے۔ بلکہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ فرض ہوگیا۔ کہ ہر ایک حکم پر پورے طور پر عمل کرو۔ اس لیے عقل اور دانائی سے کام لو۔ اور خدا کے حکموں کو مت توڑو کیونکہ اب تم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے، اور شریعت کو اچھی طرح سمجھا ہے۔ اب اگر اس کے خلاف کرو گے۔ تو دوسروں کی نسبت خدا کے غضب کے زیادہ مستوجب بنو گے۔

خدا تعالیٰ تمہیں توفیق دے کہ شریعت کے تمام احکام کی تم قدر کرو۔ اور اُن پر عمل پیرا ہو۔ آمین۔

(الفضل ۲۹ر جولائی ۱۹۱۹ء)